مولانا محمد ثاقب *

مقدمہ تفسیر روح المعانی پر ایک طائرانہ نظر

ہر دور میں قرآن کریم کی خدمات رب لایزال اپنے خاصانِ خاص بندوں سے لیتے رہے ہیں۔ تفاسیر کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جسکے اسرار و رموز نہ ختم ہونے والے ہیں۔ قرآنی سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے والے مفسرین نے ان موتیوں کو چننے میں مقدور بھر کوششیں کی ہیں تاریخ انسانی میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جسکی اتنی وافر مقدار میں خدمت ہوئی ہو۔ قرآن کریم کی خدمت کے حوالے سے ایک نام جو ہمیشہ عالم اُفق پر چمکتا رہے گا وہ ہے (علامہ سید محمود الوسیؒ) کا۔ جو اپنی تفسیر روح المعانی کی بدولت ہمیشہ اہل علم کی تحقیقات کا مرکز بنے رہیں گے۔ تفسیر کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انکی یہ تفسیر ہر طرح سے کامل اور ایک جاندار تفسیر ہے۔ جو ان کی فہم قرآنی کا عینی شاہد اور آئینہ دار ہے۔ ان کا قرآن کیساتھ لگاؤ اور ذوق کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے۔

نعم السمير كتاب الله ان له   حلاوة هي احلى من جنى الضرب

بہترین دل بہلانے والا اللہ کی کتاب ہے   جسکی مٹھاس پکے اور میٹھے پھل سے بھی بڑھ کر ہے۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ علامہ روح المعانیؒ قرآن کریم کی خدمت کے علاوہ دیگر دنیوی مصروفیات میں زندگی صرف کرنے کو کار فضول خیال کرتے ہیں۔

اذا كان هذا الدمع يجرى صبابة   علىٰ غير سلمىٰ منهود مع مضيع

اور جب یہ آنسو سوزشِ عشق کیوجہ سے   سلمیٰ محبوبہ کے علاوہ کسی اور پر بہے تو یہ آنسو ضائع گئے

تفسیر کی ابتداء میں سات قیمتی مباحث پر مشتمل ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ جو تفسیر کے میدان میں آگے بڑھنے والے کیلئے ایک قیمتی خزانہ اور گنجینہ ہے۔ اس گنجینہ اسرار کا مطالعہ کرنے کے بعد تفسیر کے سلسلے میں جو باتیں سامنے آئیں وہ آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔

علم تفسیر تمام علوم دینیہ کی بنیاد:

علم تفسیر کی شرافت واہمیت اور دیگر علوم دینیہ پر اسکی فوقیت بیان کرتے ہوئے علامہ روح المعانیؒ فرماتے ہیں۔

* مدرس جامعہ دار العلوم تعلیم القرآن گاؤں ویسہ ضلع اٹک

ھو رئیس العلوم الدینیۃ لکونھا ما خوذۃ من الکتاب

ترجمہ: علم تفسیر تمام علوم دینیہ کا رئیس ہے اس لئے کہ یہ تمام علوم قرآن ہی سے ماخوذ ہیں۔

اپنے اس دعوے کو مزید مزین کرنے کیلئے آگے چند روایات بھی پیش کی ہیں۔اس سلسلے میں ایک روایت ابوعبیدہؓ کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے۔ جوانہوں حسنؓ بن ابی طالب سے نقل کی ہے (کہ اللہ تعالیٰ ہر آیت کے بارے میں یہ پسند فرماتے ہیں کہ تمہیں اسکے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ آیت کس بارے نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مراد اس آیت سے کیا ہے)۔

علم تفسیر کی عظمت کیلئے یہ ایک روایت بھی کافی ہے ورنہ اسطرح کی بہت سی روایات موجود ہیں۔

علم تفسیر اور تاویل میں فرق کے متعلق علامہ صاحب کی رائے:

تفسیر اور تاویل میں فرق کے متعلق بہت سے اقوال علماء تفسیر سے منقول ہیں۔ مثلاً ابوعبیدہؓ اور ان کیساتھ ایک بڑی جماعت کی رائے کے مطابق دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔علامہ راغب اصفہانیؒ کے نزدیک تفسیر اکثر الفاظ میں استعمال ہوتا ہے۔اور تاویل کا تعلق معانی سے ہے۔

ابو منصور ماتریدیؒ کے نزدیک تفسیر وہ ہے جس کے بارے میں قطعی یقینی طور پر یہ کہا جا سکے کہ آیت سے اللہ تعالیٰ کی یہیں مراد ہے اور تاویل وہ ہے جس میں یہ رائے تو قائم نہ کی جا سکے البتہ آیت میں مختلف احتمالات میں سے ایک احتمال کو راجح قرار دیا جائے۔

لیکن علامہ روح المعانیؒ نے اس بارے میں اپنی ایک منفرد رائے پیش کی ہے۔ جس سے انکا قرآن سے لگاؤ اور فہم کے متعلق اندازہ ہوتا ہے۔

ان التاویل اشارۃ قدسیۃ ق معارف سبحانیہ تنکشف من سجف العبارات للسالکین و تنھل من سحب الغیب علی قلوب العارفین والتفسیر غیر ذلک۔

ترجمہ: یہ کہ تاویل اشارۃ قدسیۃ اور ان معارف سبحانیہ کا نام ہے جو صوفیائے عظام پر عبارات کی گہرائیوں سے ظاہر ہوتے ہیں اور عارفین کے دلوں پر پردہ غیب سے جلوہ گر ہوتے ہیں اور تفسیر میں یہ بات نہیں ہوتی۔

علامہ آلوسی کے نزدیک تفسیر اور تاویل کا یہ فرق اس لئے معتبر ہے کہ انکے دور کے عرف میں تاویل بغیر کسی نکیر کے اسی طرح متعارف تھا۔

تفسیر بالرای اور صاحب روح المعانی:

تفسیر بالرای کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں شروع سے علماء مفسرین کے درمیان میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ بعض تو اسے مطلق حرام قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ انکے پیش نظر بعض ارشادات نبویہ بعض آثار صحابہؓ ہیں۔اس

گروہ کے مقابلے میں بعض دیگر علماء مفسرین اس کے جواز کے قائل ہیں۔لیکن جواز کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر کوئی جس طرح جیسے چاہے قرآن کی آیت کے بارے میں اپنی رائے پیش کرتا پھرے۔ بلکہ انکے نزدیک بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ رائے اسلام کے بنیادی اصول اور احکام کے متصادم نہ ہو۔اسی طرح ہر ایک کو رائے دینے کی اجازت بھی نہیں ہے اور نہ ہی ہر ایک کی رائے قابل قبول ہے۔ بلکہ اس کیلئے ان ضروری علوم پر دسترس بھی ضروری ہے۔ جن کے بغیر تفسیر کے میدان میں کوئی قدم بھی نہ رکھ سکے۔ محض عربی اس کیلئے کافی نہیں ہے۔علامہ روح المعانیؒ نے اس کیلئے سات علوم میں مہارت ضروری قرار دی ہے۔ بعض نے پندرہ اور بعض نے سترہ علوم میں کامل دسترس اس کیلئے ضروری قرار دی ہے۔ علامہ روح المعانی بھی تفسیر بالرائے کے جواز کے قائل ہے۔تفسیر بالرائے کے حرمت کیلئے جو روایت مشہور ہے وہ ابو داؤد، ترمذی، اور نسائی کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

من تکلم فی القرآن برائیہ فاصاب فقد خطا.

ترجمہ: کہ جس نے قرآن کی تسیر اپنی رائے سے کی اور اپنی مراد کو پہنچ گیا تو بھی اس نے خطا کی۔

اس روایت کے متعلق علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔کیونکہ اسکی سند میں ایک راوی سہیل بن ابی خرم ہے امام ترمذیؒ نے مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ راوی متکلم فیہ ہے کہ انکی صحت کے بارے میں بعض اہل علم نے کلام کیا ہے۔

امام بخاریؒ اور نسائیؒ اور ابن معینؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔اور امام احمدؒ انکے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ منکر روایات نقل کرتے ہیں۔اور اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر بھی لی جائے تب بھی اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں۔ کہ تفسیر بالرائے فی مطلقا حرام ہے بلکہ صاحب روح المعانیؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ جس کسی نے بھی قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو اس نے غلط راستہ اختیار کیا۔اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحیح راستہ اور طریقہ تو یہ تھا کہ قرآن کی تفسیر کرنے کیلئے لغت وغیرہ علوم سے مدد حاصل کرتا اسی روایت کا ایک اور مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس کسی نے قرآن کی تفسیر کیلئے ایسا قول پیش کیا جو اسکی خواہش کے مطابق ہو یا یہ کہ اپنے مذہب کو اصل قرار دے اور تفسیر کو اسکا تابع بنادے۔ یا بالفاظ دیگر قرآن اپنے نظریات اور خواہشات کے تابع کرے۔ یعنی نظریہ پہلے سے گڑ لیا اور بعد میں قرآن کی آیات کو اسکے مطابق بنانے کی کوشش کی تو ایسے شخص نے خطاء کیا علاوہ ازیں ایک توجیہ یہ بھی فرمائی ہے۔ کہ قرآن کے متشابہات میں بات کرے اور یا قرآن کی کسی آیت کے بارے میں بغیر کسی دلیل کے یہ رائے قائم کرے کہ یہی اسکا مطلب ہے تو اس نے خطاء کی۔

بہرکیف اول تو وہ روایت ہی ضعیف ہے اور اگر صحیح تسلیم کر بھی لیجائے تو پھر بھی اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تفسیر بالرائے ہر کسی کیلئے ناجائز اور حرام ہے۔

قرآن میں آئندہ واقعات کی پیشینگوئی:

تفسیر صوفیہ پر بات کرتے ہوئے صاحب روح المعانیؒ فرماتے ہیں کہ آئندہ قیامت تک پیش آنے والے جتنے بھی واقعات ہیں ان کی طرف اشارہ قرآن پاک میں موجود ہے اس سلسلے میں تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے ایک دلچسپ واقعہ انہوں نے نقل کیا ہے۔ واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ جب سلطان صلاح الدینؒ ایوبی نے حلب کا شہر فتح کیا تو اس موقعہ پر قاضی محی الدین نے قصیدہ بائیہ پڑھا تھا۔ جس کے ایک شعر میں وہ سلطان صلاح الدینؒ ایوبی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

وفتحک القلعة الشهباء في صفر: مبشر بفتوح القدس في رجب.

ترجمہ: آپ کا صفر کے مہینے میں قلعہ شہباء کا فتح کرنا: اس بات کی خوشخبری ہے کہ بیت المقدس رجب میں فتح ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بیت المقدس کی فتح رجب ہی کے مہینے میں ہوئی جس پر لوگوں کی حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ چنانچہ قاضی محی الدینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ اندازہ کہاں سے لگا دیا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے یہ بات تفسیر ابن بُرجان سے لی تھی۔ جو انہوں نے سورۃ روم کی اایت (الم غلبت الروم الخ) کی تحت تحریر کی تھی۔ مئورخ ابن خلکانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تفسیر ابن برجان کی خوب تلاش کی یہاں تک کہ وہ تفسیر مجھے مل گئی۔ تو اس میں مذکورہ بالا آیت کے تحت ہی وہ بات درج تھی۔ صاحب ابن برجان نے اس کیلئے لمبا چوڑا حساب ذکر کیا ہے صاحب روح المعانیؒ فرماتے ہیں کہ اسکی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً ابن کمالی نے قرآن کی آیت (ولقد کتبنا في الزبور الخ سورۃ انبیاء آیت نمبر ۱۰۵) سے استنباط کیا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھ مصر فتح ہوگا۔

صاحب روح المعانی اور تفسیر صوفیہ:

جس پر صاحب روح المعانیؒ نے اپنے مقدمہ میں سیر حاصل بحث کی ہے جس کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا اس طرف کافی سارا رجحان ہے اور اپنی تفسیر میں جابجا آیات کی تفسیر بیان کرنے کے بعد اس آیت کے دقائق کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں اور جس کے اوپر ''باب الاشارات'' کا عنوان قائم کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نے انکی تفسیر کو صوفیاء اور عارفین کے تفاسیر کے قبیل سے قرار دیا ہے جیسا کہ نیسابوری نے کیا ہے۔ لیکن علامہ الوسیؒ کی تفسیر کو اس دائرے میں محدود سمجھنا صریح بے انصافی ہے۔ جن حضرات کو اس تفسیر کے مطالعے کا موقعہ ملا ہو انکو ہماری یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

تفسیر صوفیہ کے متعلق علامہ صاحب کی رائے:

تفسیر صوفیہ کے متعلق صفحات در صفحات مطالعہ کرنے کے بجائے اگر صاحب روح المعانیؒ کے چند سطر مطالعہ کر دیئے جائیں تو ساری حقیقت آشکارہ ہو جائیگی جس میں تفسیر صوفیہ کی تائید کرنے کیساتھ ساتھ ان ملحدین اور فرقہ

باطنیہ کا رد بھی موجود ہے۔ جو ان دقائق کا اعتبار کر کے ظاہر شریعت کی نفی کر دیتے ہیں چنانچہ صاحب روح المعانیؒ کے ان چند سطور کا مطالعہ آپ بھی کیجئے۔

واما الکلام السادة الصوفية فی القران فهو من باب الاشارات الی دقائق تنکشف علی ارباب السلوک و یمکن التطبیق بینها و بین الظواهر المرادة و ذلک من کمال الایمان و محض العرفان لا انهم اعتقدوا ان الظاهر غیر مراد اصلاً و انما المراد الباطن فقط اذ ذاک اعتقاد الباطنية الملاحدة تو صلوا به الی نفی الشریعة باالکلية وحاشی سا دتنا من ذلک الخ.

ترجمہ: اور صوفیہ حضرات کا قرآن کے آیت کے متعلق بات کرنا اشارات کے قبیل سے ہے۔ جس میں قرآن کی آیت کی ان گہرائیوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو صوفیاء حضرات کے دلوں پر منکشف ہوئے ہوتے ہیں صوفیاء کی بیان کردہ ان دقائق اور قرآن کے ظاہر دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے اور صوفیائے کرام کو یہ ملکہ کمال ایمان اور معرفت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے انکا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ آیات کا نہی باطن ہی مراد الٰہی ہے اور ظاہر مقصود نہیں کیونکہ یہ عقیدہ تو فرقہ باطنیہ کا ہے جسکی بدولت وہ ظاہری شریعت کو فراموش کرنے پر تلے ہوئے ہیں ہمارے صوفیائے کرام اس قسم کے باطل عقائد سے محفوظ ہیں۔

ماضی قریب میں سرسید احمد خان بھی اس قسم کے باطل عقائد کا پیروکار رہا ہے۔ انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ جسمیں انہوں نے ظاہر شریعت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں جس پر مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب علوم القرآن میں بخوبی کلام کیا ہے۔ صاحب روح المعانی شریعت کے ظاہر کا انکار کر کے باطن ہی کو اصل تسلیم کر لینے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص گھر کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے گھر کے صحن میں داخل ہونے کا دعوی کر بیٹھے حالانکہ یہ تو محال ہے اس لئے قرآن کی آیات کے اسرار و رموز تک رسائی سے پہلے اسکے ظاہر مفہوم کا سمجھنا اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا لازم اور ضروری ہے۔

آخری بات:

تفسیر روح المعانی کے مقدمہ کا مطالعہ کرنے سے جو قابل ذکر باتیں تھیں وہ تو ہم نے شائقین تفسیر کے فائدے کی خاطر گوش گزار کر دی ہیں۔ ان امور کے علاوہ مقدمے میں علم قرأت اعجاز قرآن اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور مخلوق نہ ہونے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ لیکن اسباب النزول اور ناسخ و منسوخ جیسی اہم بحث کو اس مقدمہ میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہاں البتہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۰۶ کے تحت ناسخ و منسوخ پر بخوبی بحث کی گئی ہے۔